www.KitaboSunnat.com

اور جمیت کمزوریوں پر بھی پردہ ڈال دیتی ہے ۔

لیکن انسان کے لیے کامیابی کی صورت میں جس طرح شکر لازم ہے اسی طرح ناکامی کی صورت میں اپنا محاسبہ اور اصلاح فکر و نظر ضروری ہے ۔ ہم انتخابات کے بعض پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے قارئین کی توجہ اسی طرح مبذول کرانا چاہتے ہیں ۔ ہماری رائے میں یہ مقابلہ ایک نفسیاتی معرکہ تھا جو جماعتیں اور شخصیتیں عوام کے جذبات سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا گئیں وہ کامیاب ہوئیں اور جو جذبات کا دھارا اپنی طرف نہ موڑ سکیں وہ ناکام رہیں ۔ مروجہ جمہوری نظام کے تحت انتخابات میں کامیابی اور ناکامی کے اسباب عوامی جذبات ہی ہوا کرتے ہیں ۔ اس میں عموماً کامیابی کا دارومدار نظریات کی صحت پر نہیں ہوتا ۔ کیونکہ اکثریت کی نظر مادیت پر زیادہ ہوتی ہے اور بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نظریاتی جنگ لڑتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو فرماتے ہیں و ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ۔ یعنی اگر تو اکثریت کے پیچھے لگے گا وہ تجھے اللہ کے رستہ سے بھٹکا دیں گے ۔ علامہ اقبال نے اسی جمہوریت کے متعلق کیا خوب کہا ہے ؎

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

ایسی جمہوریت کا مقصد صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ اقلیت کو اکثریت کے تابع بنا کر لے بس کرنا ہوتا ہے خواہ نظریاتی طور پر وہ اقلیت کتنی ہی صحیح ہو بلکہ بسا اوقات اقلیت ہی جذباتی جنگ میں کامیاب ہو کر اکثریت کو اقلیت کے رنگ میں اپنا محکوم بنا لیا کرتی ہے جیسا کہ حالیہ انتخابات میں ہوا ہے ۔ مغربی پاکستان میں سوشلسٹ نظام کے حامی مجموعی ڈالے گئے ووٹوں سے تقریباً ۳۰ فی صد ووٹ لے کر عوامی نمایندے منتخب ہوئے حالانکہ ۷۰ فی صد ووٹ ان کے خلاف ڈالے گئے اور ووٹ نہ ڈالنے والے تقریباً ۴۰ فی صد عوام نے بھی انھیں اپنا نمائندہ منتخب نہ کیا ۔ گویا ایک اقل قلیل گروہ کی ذہنی حمایت سے وہ پوری قوم پر چھا گئے ۔

ہماری رائے یہ ہے کہ جس طبقاتی جنگ سے کمیونزم اور سوشلزم فائدہ اٹھاتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ طبقاتی تقسیم موجودہ جمہوری نظام کی پیدا کردہ ہے۔ اسی لیے کمیونزم اور سوشلزم کو مغربی جمہوریت اور اس کے سرمایہ دارانہ نظام کا ہی ردِ عمل سمجھا جاتا ہے۔ جمہوری انتخابات میں دھڑے بندیاں اور پھر برسرِ اقتدار آ کر گروہی مفادات کا جس طرح تحفظ کیا جاتا ہے اس سے معاشرہ میں ظالم و مظلوم اور طبقاتی تفاوت کا پیدا ہونا ضروری ہے / خیر! حالیہ انتخابات میں مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے کثرت سے سیٹیں حاصل کی ہیں اور مشرقی پاکستان کے ان عوامی جذبات سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے جو بعض وجوہات کے باعث ان کے اندر پیدا ہو گئے تھے اور مشرقی پاکستان والے اپنی مفلوک الحالی اور مصائب کا ذمہ دار مغربی پاکستان والوں کو سمجھنے لگ گئے تھے۔ ایوب خاں کے خلاف عوامی تحریک نے اس خیال کو خاصی تقویت پہنچائی جس سے شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی مقبولیت میں خاطر خواہ اضافہ ہُوا اور اگرتلہ سازش کیس سے رہائی کے بعد تو وہ مشرقی پاکستان کے عوام کے ہیرو بن گئے اسی طرح مغربی پاکستان میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو تھے جو ایوب خاں کے خلاف عوامی ایجی ٹیشن میں ایوب خاں کے ایک شدید مخالف کی حیثیت سے سامنے آئے اور اس سلسلہ میں انھوں نے قیدوبند کی صعوبتیں بھی اٹھائیں جس سے ان کی عوامی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہُوا اور وہ ایک عوامی لیڈر بن گئے۔ انھوں نے اپنی مقبولیت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اس میں مزید اضافہ کرنے اور بلا شرکت غیرے قومی ہیرو بننے کے لیے اس جدوجہدِ آزادی کو طبقاتی جنگ میں تبدیل کرنا شروع کر دیا تاکہ ایوب خان کے ساتھ ایک دوسرے طبقہ کو بھی ان حالات کا ذمہ دار قرار دے کر غریب مزدور اور کسان طبقے کی مکمل حمایت حاصل کی جا سکے۔ گویا کہ جب اسلامی نظریات کے داعی اس آزادی کا رُخ نظامِ اسلام قائم کرنے کی طرف پھیر رہے تھے۔ سوشلزم کے حامی عوام کو طبقاتی جنگ کے لیے ابھار رہے تھے۔ ہماری رائے میں سوشلزم کا نعرہ اور طبقاتی جنگ اقتدار کے لیے تھی تاکہ غریب طبقہ کے احساسِ محرومی سے مکمل فائدہ اٹھایا جا سکے۔ سوشلزم کے حامی سوشلزم کے نفاذ میں مخلص نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ دار اس کثرت سے پیپلز میں شامل ہُوئے کہ کسی دوسری جماعت میں اس کا وجود نہیں ملتا۔ اس سے ایک طرف جہاں انھیں اقتدار کا راستہ ملا وہاں ان کے سرمائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا تحفظ ہوا اور ستم زدہ طبقہ کی حمایت کے بلند بانگ دعووں کی وجہ سے عوام نے ان کی بداعمالیوں کے محاسبہ سے توجہ ہٹا کر سب خرابیوں کا ذمہ داران کے مخالفین کو سمجھا۔

کامیاب ہونے والی جماعتوں اور لیڈروں نے اپنی زیادہ تر کوشش نعروں کو عوام پسند بنانے میں صرف کی اور اس بات کا بہت کم خیال رکھا کہ اس سے ان کی ذمہ داریاں مستقبل میں کیا ہوں گی؟ اسی لیے انھوں نے اپنی تقریروں میں بار بار یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہم صرف عوامی خواہشات کے امین ہیں۔ مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمن کا کتاب و سنت کا نظام رائج کرنے کا اظہار اور مغربی پاکستان میں مسٹر بھٹو کا سوشلزم کے اعلان کے بعد عوام کے نازک مذہبی احساسات کے پیش نظر اسلامی سوشلزم کا اعلان اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ اور اسلام کے منافی نظریات کے الزام سے بچنے کے لیے بعد میں اس کی تعبیر میں اسلامی مساوات اور مساواتِ محمدی کے نعرے استعمال کیے گئے۔ بلکہ بیشتر دفعہ کتاب و سنت اور خلافتِ راشدہ کا نظام رائج کرنے کا وعدہ اپنی تقریروں میں کیا۔ یہ سب کچھ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ لیڈروں کے نزدیک انتخابات کفر و اسلام کا مقابلہ نہیں تھے اور نہ ہی اسلام ہارا ہے اور سوشلزم جیتا۔ کیونکہ اگر سوشلزم کی ہی جیت ہوتی تو نیشنل عوامی پارٹی جو سوشلزم کے بارے میں کسی حد تک مخلص معلوم ہوتی ہے مشرقی اور مغربی پاکستان میں عظیم اکثریت سے کامیاب ہوتی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اس کے ایک گروپ نے اپنی کمزور پوزیشن دیکھتے ہوئے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا اور انتخابات میں حصہ لینے والے دوسرے گروپ کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا / ان نعروں اور من گھڑت تعبیرات سے کامیاب ہونے والی جماعتوں کو وقتی یہ فائدہ تو ہوا ہے کہ وہ برسرِ اقتدار آ رہی ہیں لیکن انھیں اچھی طرح سوچ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی کامیابی کے بعد حالات ان کے لیے اب بالکل بدل چکے ہیں۔ پہلے اگر وہ محرومیوں کا زیادہ احساس دلا کر عوامی حمایت حاصل کرتے رہے ہیں تو اب انھی محرومیوں کا علاج انھیں کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کا تحفظ اور اسلامی نظام کا قیام اسی تعبیر کے ساتھ کرنا بھی ان کا فرض ہے۔ جو تعبیر وہ اپنی تقریروں میں کرتے رہے ورنہ اب ان کو عوام کے دوسرے جذبات کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ایک طرف عوامی بدحالی کا بوجھ ان پر ہو گا اور دوسری طرف اسلامی اقدار کی پامالی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا طعنہ اور پاکستانی عوام جنہوں نے اسلام کے نام پر ۱۰ لاکھ سے زائد جانوں کی قربانی دے کر پاکستان حاصل کیا کسی جابر سے جابر حکمران کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ پاکستان کو اس کے بنیادی نظریہ کے خلاف کسی دوسری راہ پر گامزن کرے۔

مذکورہ بالا جائزہ کامیاب ہونے والی پارٹیوں کے متعلق تھا اب اسلام کا نعرہ بلند کرنے والوں کے متعلق چند سطور پیش خدمت ہیں۔

اسلام کا نعرہ بلند کرنے والی جماعتوں اور اشخاص پر بحیثیت مجموعی غیر مخلص ہونے کا فتویٰ تو نہیں لگایا جا سکتا۔ خصوصاً ان جماعتوں اور افراد پر جو اس انتخابی کش مکش سے بہت پہلے سے اسلامی نظام زندگی کے لیے کوشاں ہیں مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بہت سے سیاسی شاطروں نے اسلام کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی اور اس طرح سے ایک طرف اس بارے میں مخلص افراد کی پوزیشن خراب کی اور دوسری طرف محب اسلام عوام کو ایسے شدید انتشار میں مبتلا کر دیا کہ اس سے جہاں ووٹوں کی بڑی تعداد بٹ گئی اور پاکستان میں حامیانِ اسلام کی بہت بڑی کثرت ہونے کے باوجود انھیں اسلام کی شکست کا طعنہ سننا پڑا وہاں محب اسلام عوام کی ایک بہت بڑی تعداد نے بے اطمینانی اور عدم اعتماد کی حالت میں پیپلز پارٹی کے حق میں ووٹ دے دیے اور ووٹ نہ دینے والوں کی بڑی تعداد نے حامی اسلام ہونے کے باوجود کسی کو بھی ووٹ نہ دیا۔ اب یہی لوگ جو آج تک پاکستان میں بگاڑ اور اسلام کے خلاف سازشوں کا باعث بنے رہے۔ فتح یاب ہونے والی پارٹیوں سے جوڑ توڑ میں مصروف ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اقتدار میں شریک ہو سکیں۔

دوسرا بڑا افسوسناک امر یہ ہے کہ جو لوگ عوام کو دن رات اپنی تقریروں اور تحریروں میں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہے تھے کہ اسلام خطرہ میں ہے اسلام کے نام پر بھی اتفاق و اتحاد پیدا نہ کر سکے بلکہ جب کبھی اتحادی کوششیں شروع ہوئیں ان لوگوں کی اپنی ہوس اقتدار آڑے آئی اور یہ سارے پاکستان میں اسلام کی بجائے ذاتی اور گروہی مفادات کا تحفظ کرتے رہے اور ہوس اقتدار نے انہیں اس حد تک مجنون بنا دیا کہ سوشلسٹوں کی تنقید کا جواب دینے کی بجائے اسلام پسندوں کو کوستے رہے اور اتنی سخت الزام تراشی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کہ اس کی مثال مخالفین میں بھی نہیں ملتی۔ رائی کا پربت بنا کر ایک دوسرے کو کافر اور دشمنِ اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے جس سے ایک طرف عوام الزام زدگان سے بدظن ہوئے تو دوسری طرف الزام دہندہ کی اخلاق باختگی ملاحظہ کرتے ہوئے اس سے بیزار ہو گئے جس کا نتیجہ وہی نکلا جس کا خطرہ تھا اس فتویٰ بازی اور الزام تراشی سے سوشلزم کے بارے میں ۱۱۳ علمائے کرام کے فتاوی کی حیثیت خاک میں مل گئی اور عام رجحان یہی ہوا کہ فتویٰ بازی دوسرے کو گرانے اور ناکام بنانے کا ایک ہتھکنڈا ہے۔ اس سے بھی افسوس ناک امر یہ ہے کہ قومی اسمبلی کے انتخابات میں ذلت آمیز شکست کے بعد بھی اس میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ نہ ہی عملی اتحاد ہوا اور نہ ہی تحریری بلکہ شکست کا بار ایک دوسرے پر ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم کرے کہ اسلام خطرے میں ہے کا نعرہ بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ طرزِ عمل بھی!!! حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ عوام کے لیے جس چیز کو کفر و اسلام کا معاملہ بتا رہے تھے ان کا اپنا عمل اس کی تکذیب کرتا تھا۔ اسی لیے عوام بھی ان پر اعتماد نہ کر سکے اور خدائی مدد بھی شاملِ حال نہ ہوئی۔

کاش یہ اسلام پسند ان ملکوں کے حالات سے عبرت پکڑیں جن میں اسلام کے زوال کا باعث مسلمانوں کا تشتت و افتراق ہوا اور پوری کوششوں کے باوجود اسلام پسند اسلام کے لیے اسلام کے نام پر مل کر نہ بیٹھ سکے، انھوں نے غیر کی غلامی تو پسند کر لی لیکن یہ پسند نہ کیا کہ اپنوں کی برتری تسلیم کر لیں۔

اب ہم اسلام کی حامی جماعتوں کے لیے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم انتخابات میں ان کی ناکامی کے بعد انھیں اس بات کا احساس دلانا ضروری سمجھتے ہیں جو ان کے لیے بے برکتی کا سبب بننے کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام کے لیے سم قاتل ہے۔

وہ یہ ہے کہ یہ بات عام طور پر سامنے آتی ہے کہ ہم جب کسی ترقی پسند نظریہ کو دیکھتے ہیں تو اس کے مقابلہ میں ترقی پسند اسلام پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اسلام میں جدید نظریات داخل کرنے کا موقعہ مل جائے اور غیر اسلامی نظریات میں معمولی تبدیلی کر کے کسی لفظ کا اضافہ کر کے اسے اسلامی بنانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اسلام چودہ سو سال پرانا بلکہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی بنی نوع انسان کی عمر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن خدائی قانون (اسلام) کا یہ اعجاز ہے کہ یہ اصول اتنے قدیم ہونے کے باوجود اتنے جدید اور ترقی یافتہ بھی ہیں کہ کسی بھی ترقی یافتہ دور میں کوئی انسانی قانون ترقی یافتگی میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ گویا کہ اسلام ہی ایسا بے مثال اور مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زمان و مکان کی قیود سے پاک ہے اور خدائی طریقۂ زندگی ہونے کی وجہ سے اپنے اندر اتنی وسعت رکھتا ہے کہ تاقیامت امن و امان کا واحد ضامن اور انسانی مشکلات کا آخری حل ہے۔ جب کبھی دوسرے ترقی یافتہ ناموں کو اس میں شامل کر کے اس میں جدت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تو اس سے نقصان ہی ہوا اور غیر اسلامی چیزوں کو اسلام کے نام پر قبول کر لیا گیا۔ اسلام میں جو بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے اور غیر اسلامی نظریات اختیار کیے گئے اس کا سبب متجددین (ترقی پسندوں) کا اسی قسم کا تاثر ہوا جو انھوں نے اسلام سمجھ کر قبول کر لیا۔

اگر سوشلزم کے ساتھ اسلامی کا لفظ لگانا یا اس کا نام اسلامی مساوات رکھنا حامیانِ اسلام کو گوارا نہیں تو بڑا تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ جمہوریت کے ساتھ اسلام کا لفظ لگا کر اسے اسلامی کیوں قرار دیتے ہیں؟ اگر کوئی کہے کہ سوشلزم صرف معاشی نظام نہیں بلکہ ایک مکمل مذہب ہے جس کا باعث صرف معاشی محرکات ہوئے ہیں اور جن اصولوں پر اس کا نظام معیشت استوار ہے انھی اصولوں پر باقی سا نظام قائم ہے تو ہم کہیں گے کہ جمہوریت بھی ایک مکمل مذہب ہے صرف اس کا محرک آمریت کے مقابلہ میں ایک سیاسی نظام ہے اور اس کے جن اصولوں پر سیاسی نظام کی بنیاد ہے اسی پر باقی سارے نظام کا انحصار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام حامیانِ جمہوریت کا لازمہ سمجھا جاتا ہے۔ انتخابی مہم میں یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ جمہوریت کے حامی اسلام پسندوں نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح ہم غریب مزدور اور کسان کو یہ یقین دلا دیں کہ ہم سرمایہ داری کے خلاف ہیں اور اسلامی نظام کے حامی ہیں لیکن ان کی اس بات پر کان نہ دھرا گیا کیونکہ سرمایہ داریت جمہوریت کے لوازمات سے ہے اور یہ دونوں ایک ہی ذہن کی پیداوار ہیں۔ جن لوگوں نے اسلامی جمہوریت اور مغربی جمہوریت کا فرق کرنا چاہا وہ بھی اسے واضح نہ کر سکے۔ اس لیے کہ اسلام اور جمہوریت دو الگ نظام ہیں۔ کوے کو مور کے پر لگانے سے وہ مور نہیں بن سکتا۔ اگر جمہوریت لفظ کے معنیٰ اچھے ہیں جس سے عوامی اقتدار اور آزادی کا اظہار ہوتا ہے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوشلزم لفظ کے معنی کون سے برے ہیں اس سے بھی تو اجتماعیت کا اظہار ہوتا ہے جس کی اہمیت اسلام کی نظر میں بہت ہے۔ لہذا ان لفظوں کے لغوی معنوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے بلکہ اب یہ اصطلاحی نام ہیں جن سے خاص نظام مراد ہیں۔ برائی تو اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اجتماعی حل کے لیے سوشلزم کا طریقۂ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب عوامی اقتدار کے نام پر جمہوریت کا طریقۂ کار اختیار کیا جاتا ہے تو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے نہ تو سوشلزم رنگین مساوات کے نام پر اسلام بن سکتا ہے اور نہ ہی جمہوریت کی غیر محدود اور بدعنوانیوں کو دروازہ کھولنے والی آزادی اسے اسلام سے ہم آہنگ کر سکتی ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ سوشلزم ایک منفی تحریک ہونے کی بنا پر ہر اس چیز کا خاتمہ کرتا ہے جو اس کے راستہ میں دیوار بن کر کھڑی ہو سکے۔ اسی وجہ سے وہ مذہب و اخلاق کا براہ راست دشمن ہے جبکہ جمہوریت، مثبت انداز میں پھیلتی ہے اور اپنی حکمت عملی کی بنا پر براہ راست مذہب سے ٹکر نہیں لیتی بلکہ اسے انسان کا پرائیویٹ معاملہ کہہ کر نظر انداز کرتی ہے۔ سوشلزم اور جمہوریت کا قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں بے خدا مادی نظریے ہیں۔ اس کے برعکس مذہب اسلام خلافت کا نظریہ پیش کرتا ہے اور ریاست و معیشت دونوں کی اساس اسی نظریہ پر رکھتا ہے جو انسانی ضروریات کو پورا کرنے اور مشکلات کو حل کرنے کے لیے ایک بہترین اعتدال کی راہ ہے جس میں جمہوریت کی آزادی سے بڑھ کر آزادی ہے لیکن یہ آزادی بدعنوانیوں کا دروازہ کھولنے کی بجائے ان کا سدِباب کرتی ہے۔ اسی طرح اس میں سوشلزم کی مزعومہ مساوات سے بڑھ کر عملی عدل و مساوات ہے جو سوشلزم کی نسبت کمزور اور غریب کا زیادہ ہمدرد ہونے کی وجہ سے مفلوک الحالی کا بہترین حل اور خوشحالی کا واحد ضامن ہے لیکن سوشلزم کی طبقاتی جنگ اور تحفظ حقوق کے نام پر پامالیٔ حقوق کا ایک مستقل فتنہ اور عذاب بننے سے کوسوں دور امن و امان اور صلح و آشتی کا مثالی نمونہ پیش کرتا ہے کیوں نہ ہو اسلام کا تو مصدر و ماخذ ہی سلم (سلامتی) ہے ہم اس استدلالی بحث کو کسی دوسرے وقت پر ملتوی کرتے ہیں۔ اس مختصر سے بیان سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلام پسند اگر اسلام کا نعرہ لگاتے ہیں تو صحیح اسلام پیش کریں۔ یہ نہ ہو کہ سب کچھ اسلام کے لیے کرنے کے بعد منزل اس سے ہٹ کر مغرب ہو یا مشرق۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتخابات کا نتیجہ ظاہری طور پر اسلامی نظام کا علم لے کر کھڑی ہونے والی جماعتوں کے لیے خوش کن نہیں ہے لیکن انھیں مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ منتخب شدہ نمائندے اسلامی نظام سیاست کے مطابق "عوامی نمائندے" نہیں ہیں نہ ہی عوام کی اکثریت ان کے حق میں ہے۔ نیز اپنے اسلامی وعدوں کی وجہ سے وہ اب کافی حد تک مجبور ہیں کہ ان وعدوں کا ایفا کریں۔

اس لیے حامیان نظام اسلام کو اسلام پسند عوام کی حوصلہ افزائی کرنے کے علاوہ اسلامی نظام زندگی کے مختلف شعبوں کا تعارف تحریر و تقریر سے پھیلانے کا کام زیادہ اہتمام سے شروع کرنا چاہیے تاکہ وہ عوام کے دلوں میں اس کی خوبیوں کو اجاگر کر کے انھیں اس کی حمایت میں مزید مستحکم بنا سکیں۔

طلبۂ مدرسہ رحمانیہ لاہور — قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

احباب کو معلوم ہے کہ مرکزی شہر لاہور میں جماعت اہل حدیث کے علمی ادارے مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام عظیم الشان دینی کام سرانجام پا رہے ہیں — امسال مجلس نے ایک ماہوار علمی اور اصلاحی ماہنامہ "محدث" کا اجرا کیا ہے۔ مجلس کے تعلیمی اور تربیتی ادارے "مدرسہ رحمانیہ" گارڈن ٹاؤن لاہور میں، الحمد للہ چھ درجوں میں باقاعدہ جماعت بندی سے پڑھائی جاری ہے جن میں علوم دینیہ اور عصری علوم کے فاضل اور کہنہ مشق چھ علماء۔ اور اساتذہ مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی کے زیر نگرانی تدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔ مدرسہ میں مفت تعلیم کے علاوہ رہائش اور کھانے پینے کا اعلیٰ انتظام ہے۔

مدینہ یونیورسٹی کے فیض یافتہ اساتذہ کی وجہ سے الحمد للہ اس درس گاہ میں پاکستانی اور عربی ممالک کے طرز تعلیم کی خوبیوں کا امتزاج ہو گیا ہے

احباب قربانی کی کھالیں یا ان کی قیمت مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجکر دینی تعاون فرمائیں۔

حافظ عبد اللہ (روپڑی)، مدرسہ رحمانیہ (نزد ادمنی بس باڈی بلڈنگ سٹاپ فیروزپور روڈ لاہور نمبر ۱۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ